امیرِ جماعت کی معیّت میں تامل ناڈو کا سفر

—————— ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ماہ اکتوبر ۲۰۰۷ء کے آخری ہفتہ میں راقمِ سطور کو صدرِ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی اور امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری کی معیّت میں ریاست تامل ناڈو کے بعض مقامات کا سفر کرنے کا موقع ملا۔ یوں تو علی گڑھ میں ۱۹۸۳ء میں اپنی آمد اور مسلم یونیورسٹی میں طالب علمی کے دور سے مولانا محترم سے میرا شخصی رابطہ استوار اور علمی استفادہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ مولانا ان دنوں ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کے سکریٹری تھے۔ پھر ۱۹۹۴ء میں میری ادارہ سے وابستگی کے بعد مولانا سے مزید قربت بڑھی۔ میں اب تک جو کچھ علمی کام انجام دے سکا ہوں اس میں سرپرستی، ہمت افزائی اور مشورہ کے پہلو سے ان کا غیر معمولی کردار ہے۔ لیکن اس کے باوجود اب تک کبھی مولانا کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس سفر میں تقریباً ایک ہفتہ ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

مقصدِ سفر

مولانا عمری کے سفر کا مقصد ریاست تامل ناڈو کے بعض مقامات پر جماعت کے اجتماعات میں شرکت اور خطاب کرنا تھا۔ مجھے ان کی رفاقت کا موقع مل رہا تھا۔ میرے سفر کا ایک مقصد ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کا تعارف بھی تھا۔ ادارہ کی تشکیلِ نو، استحکام اور اس کی علمی سرگرمیوں کے تسلسل میں مولانا کی نمایاں خدمات ہیں۔ ۲۰۰۱ء تک وہ اس کے سکریٹری رہے اور اس کے بعد سے صدر ہیں۔ ادارہ کو ملک و بیرون ملک میں جو وقار اور اعتبار حاصل ہے اس میں ان کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ ادارہ کے مصارف بعض ٹرسٹوں اور علمی کاموں سے دل چسپی رکھنے والے اصحابِ خیر کے تعاون سے

پورے ہوتے ہیں۔ مولانا کے ساتھ سفر کا ایک مقصد ان کی نشان دہی پر ان کے حلقۂ تعارف کے بعض اہلِ خیر حضرات سے ملاقات اور انھیں ادارہ کی سرپرستی اور تعاون کی جانب متوجہ کرنا تھا۔ اس سفر پر میری آمادگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کے ذریعے مجھے تامل ناڈو کے بعض علمی، دینی اور دعوتی اداروں کو قریب سے دیکھنے اور ان کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ اس طرح سے یہ ایک علمی سفر بھی تھا۔

ریاست کرناٹک کے شہر بنگلور میں

پہلا اجتماع، جس میں محترم امیر جماعت کو شریک ہونا تھا، تامل ناڈو کے ایک مقام کرشنا گری میں ۲۵-۲۶/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو منعقد ہونے والا تھا۔ یہ جگہ شہر بنگلور سے تقریباً ۱۰۰ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس لیے طے پایا تھا کہ ہمارا پہلا پڑاؤ بنگلور ہو۔ محترم امیر جماعت ۲۴/ اکتوبر کو صبح گیارہ بجے محترم قیم جماعت جناب نصرت علی صاحب کے ساتھ حلقۂ کرناٹک کے مرکزی آفس بنگلور پہنچ گئے۔ میری ٹرین لیٹ ہوجانے کی وجہ سے میں چار بجے سہ پہر پہنچ سکا۔

شہر بنگلور کو تنظیمی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہیں حلقۂ کرناٹک کا صدر دفتر بھی ہے۔ قائدینِ جماعت کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک نشست رکھ لی گئی تھی جس میں حلقہ اور مقامی جماعتوں کے ذمہ داران کے علاوہ بعض ارکانِ جماعت نے بھی شرکت کی۔ ریاست میں جماعت کی سرگرمیوں سے ذمہ دارانِ جماعت کو باخبر کیا گیا۔ سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لیے بعض مشورے پیش کیے گئے۔

آخر میں محترم امیر جماعت نے حاضرین سے مختصر خطاب کیا۔ انھوں نے فرمایا: ملک وملت کے مسائل بہت ہیں، لیکن ہماری طاقت محدود ہے۔ کچھ مسائل میں ہم ملت کا تعاون حاصل کریں گے، کچھ کام غیر مسلموں کے تعاون سے بھی کریں گے۔ لیکن کچھ کام ایسے ہیں جنھیں ہمیں خود انجام دینا ہوگا۔ ان میں سے ایک کام ہے اسلام کا پیغام عام کرنا۔ امیر جماعت نے فرمایا کہ اسلام آج پوری دنیا میں زیرِ بحث ہے، لیکن اس کی

تصویر مسخ کی جا رہی ہے۔ ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ اسلام کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے لائیں۔ اسلام کے صحیح تعارف کے بغیر یہاں کسی بڑی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ اس کے بغیر یہاں چھوٹے چھوٹے کام کو تو کیے جا سکتے ہیں، لیکن اسلام جس قسم کی تبدیلی چاہتا ہے وہ نہیں آ سکتی۔ امیر جماعت نے جماعت کے ارکان و کارکنان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی بہت سی تنظیمیں بہت سے کاموں میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بعض کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جماعت کارِ دعوت جس بڑے پیمانے پر انجام دینا چاہتی ہے اور اس کے لیے جو وسیع نقشہ اپنے سامنے رکھتی ہے اس کی دیگر تنظیموں میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ یہ کمی آپ ہی پوری کر سکتے ہیں۔ کارِ دعوت کو ٹھیک سے انجام دینے کے لیے آپ کو اسلام کا عملی نمونہ بھی پیش کرنا ہوگا۔ جب تک آپ نمونہ نہیں بنیں گے، محض وعظ و نصیحت سے اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

خطاب کے بعد شرکاء کے، جماعت سے متعلق بعض سوالات کے امیر جماعت نے جوابات دیے۔ ایک سوال یہ تھا کہ اس ملک میں دہشت گردی اور تشدّد کا کوئی بھی واقعہ ہو فوراً مسلمانوں پر اس کا الزام لگا دیا جاتا ہے، گرفتاریاں ہونے لگتی ہیں اور عدالتی کارروائی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جماعت کیا کر رہی ہے؟ امیر جماعت نے فرمایا: ''جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ ساری کارروائیاں یک طرفہ ہو رہی ہیں۔ اس کی ملت کی سبھی تنظیموں نے شکایت کی ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ بغیر تحقیق کے وہ کسی فرد یا گروہ پر الزام نہ لگائیں۔ اس سے خاص طور پر مسلمانوں کی تصویر مسخ ہوتی ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی قرار داد منظور کی ہے، مسلمانوں کے سب ہی اخبارات نے وقتاً فوقتاً اس پر اظہار خیال کیا ہے۔ سہ روزہ دعوت میں بھی یہ بات آتی رہی ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تمام مسلم تنظیمیں مل کر اس کے خلاف آواز اٹھائیں، اس کی باقاعدہ کوشش نہیں ہو سکی ہے۔ البتہ مسلم مجلس مشاورت، جس میں جماعت شریک ہے، نے اس کے خلاف رزولوشن پاس کیا ہے جو غالباً حکومت تک پہنچا بھی ہے۔

’تحقیقاتِ اسلامی‘ کی ویب سائٹ

بنگلور میں ادارۂ تحقیق کے ایک کرم فرما جناب نیاز احمد شریف صاحب نے اپنے ذوق وشوق اور ادارہ کی اجازت سے مجلّہ ’تحقیقاتِ اسلامی‘ کی ایک ویب سائٹ تیار کی ہے۔ انھوں نے ۱۹۸۲ء سے اب تک مجلّہ کے تمام شمارے اسکین کرکے انھیں ویب سائٹ پر لوڈ کردیا ہے۔ کچھ عرصہ سے اس سلسلہ میں ان سے برابر رابطہ ہے۔ اس سفر میں ارادہ تھا کہ ان سے بالمشافہ ملاقات کر کے سائٹ کے سلسلے میں گفتگو کی جائے گی، مگر ٹرین لیٹ ہوجانے کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہوسکا۔ کیوں کہ فوراً ہی آگے سفر کرنا تھا۔ البتہ محترم صدرِ ادارہ نے ٹیلی فون پر ان سے گفتگو کی اور اس خدمت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

جناب عبداللہ جاوید صاحب جماعت اسلامی ہند حلقۂ کرناٹک کے امیر ہیں۔ باصلاحیت اور پرعزم نوجوان ہیں۔ ادارۂ تحقیق کی مجلسِ منتظمہ کے بھی رکن ہیں۔ ادارہ کے سلسلے میں ان سے بھی گفتگو رہی۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ بعض اصحابِ خیر کو ادارہ کے تعاون کی جانب متوجہ کریں گے۔

کرشنا گری کا اجتماعِ کارکنان

بعد نماز عصر ہم بذریعہ کار کرشنا گری کے لیے روانہ ہوئے۔ ہماری رہ نمائی کے لیے کرشنا گری کے بعض رفقاء آ گئے تھے۔ شام کے وقت سڑکوں پر زبردست بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے شہر سے باہر نکلنے میں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ کرشنا گری ہم تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شب پہنچ سکے۔ امیر حلقہ تامل ناڈو جناب شبیر احمد صاحب، سابق امیر حلقہ جناب ایچ، عبدالرقیب صاحب اور دیگر رفقاء نے ہمارا استقبال کیا۔

ریاستی ذمہ داروں نے کارکنانِ جماعت کا دو روزہ تربیتی اجتماع ۲۵-۲۶/ اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات و جمعہ رکھا تھا۔ ارکانِ جماعت کی شرکت اس میں اختیاری تھی۔ اجتماع کے لیے ایک ’میرج ہال‘ بک کرایا گیا تھا جو بنگلور چنئی ہائی وے پر کرشنا گری کلکٹر آفس کے نزدیک واقع ہے۔ اس کا نام ’شری دیوراج شادی محل‘ ہے۔ اس کی ملکیت

بعض برہمنوں کی ہے۔ اس میں عموماً ہندوؤں کی شادیاں اور دیگر پروگرام ہوتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ پہلا موقع ہے جب یہ میرج ہال مسلمانوں کو ان کے کسی دینی پروگرام کے لیے دیا گیا ہے۔ اس کے کشادہ ہال میں تقریباً ایک ہزار کرسیوں کی گنجائش ہے۔ تقریباً اتنا ہی کشادہ ڈائننگ ہال بھی ہے۔ اس کے علاوہ دس بارہ بڑے کمرے ہیں۔ سامنے کشادہ صحن ہے۔ پروگرام کے دونوں دن کبھی ہلکی اور کبھی تیز بارش ہوتی رہی۔ اگر کسی میدان میں ٹینٹ لگا کر اجتماع کے انتظامات کیے جاتے تو بارش کی وجہ سے بڑی بدنظمی ہوتی۔ مگر یہاں پورا پروگرام بڑے سکون اور نظم کے ساتھ ہوا اور کبھی معمولی افراتفری کا مظاہرہ بھی نہیں ہوا۔

ہمارے کرشنا گری پہنچنے تک کچھ کارکنان آ چکے تھے۔ ان کی آمد کا سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ صبح فجر کی نماز میں اندازہ ہوا کہ ان کی بڑی تعداد پہنچ چکی ہے۔ نماز کی امامت ایک نوجوان نے کی۔ اس کی قراءت بہت صاف اور پُر اثر تھی۔ نماز کے بعد ان سے تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ 'داعی' ہیں۔ وہاں 'داعی' کی اصطلاح ان نومسلم نوجوانوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جنھوں نے قبول اسلام کے بعد کسی دینی مدرسہ یا اسلامک سینٹر میں دینی تعلیم حاصل کی ہے اور اب غیر مسلموں کے درمیان دعوت وتبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اجتماع کے دوران ایسے کئی 'داعیوں' سے ملاقات ہوئی۔

اجتماع گاہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اگلے حصے میں کرسیاں لگائی گئی تھیں اور ایک پردہ کے ذریعے مردوں اور خواتین کی نشستوں کو الگ الگ کر دیا گیا تھا۔ پچھلے حصے کو قیام اور نماز کے لیے خاص کیا گیا تھا۔

امیر جماعت کی تقریر

پروگرام کا آغاز صبح ساڑھے دس بجے ہوا۔ اس وقت تک تقریباً پانچ سو کارکنان، جن میں تقریباً پونے دوسو خواتین تھیں، آ چکے تھے۔ کارکنوں کی آمد کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا، بلکہ کچھ افراد اگلے دن بھی آئے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ

کارکنوں کی شرکت ریاست کے تقریباً تمام اضلاع سے رہی، یہاں تک کہ کچھ افراد ملک کے آخری سرے کنیا کماری سے بھی شریکِ اجتماع ہوئے۔

افتتاحی سیشن کا آغاز درسِ قرآن سے ہوا۔ مولوی محمد اسماعیل امدادی صاحب نے سورۂ بلد کی آیات کی توضیح وتشریح کی۔ امیر حلقہ جناب شبیر احمد صاحب اور معاون امیر حلقہ مولوی محمد حنیفہ منبعی کے افتتاحی خطاب کے بعد محترم امیر جماعت کی تقریر ہوئی۔ اس کا موضوع تھا ''تزکیۂ نفس: اہمیت، ضرورت اور تقاضے'' امیر جماعت نے فرمایا: ''اسلام ایک انقلابی تحریک اور انقلابی نظامِ زندگی کا نام ہے اور تزکیہ نام ہے اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے کا''۔ انھوں نے تزکیہ کے مروّجہ تصور اور حقیقی تصور کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ تزکیہ کا مروّجہ تصور یہ ہے کہ آدمی کی نماز اچھی ہوجائے، وہ کچھ اوراد و وظائف کا پابند ہوجائے، اسی طرح اس کے کچھ ظاہری اعمال درست ہوجائیں۔ یہ تزکیہ کا محدود تصور ہے۔ قرآن کی نظر میں تزکیہ کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے۔ تزکیہ کا حقیقی اور جامع تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کا تعلق قوی سے قوی تر ہو، وہ اس سے محبت بھی کرے اور اس کے خوف سے لرزاں بھی رہے۔ اس کے ساتھ اس کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہوجائے، اس کا عقیدہ درست ہوجائے، اس کی عبادات بے روح نہ ہوں، اور ان میں جان پڑ جائے، اس کے اخلاق سنور جائیں، اس کی معاشرت درست ہوجائے، اس کی سیاست صحیح رخ اختیار کرلے۔ انھوں نے کارکنانِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: جب آپ تزکیہ کے مروّجہ تصور کی تردید کرکے اس کا جامع تصور پیش کرتے ہیں تو آپ کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ اپنی پوری زندگی کو بدلنا چاہتے ہیں۔

امیر جماعت نے زور دے کر یہ بات کہی کہ جب تک آدمی کے اندر خود یہ عزم نہ ہو کہ وہ اپنی اصلاح کرے گا، کسی دوسرے شخص کے بس میں نہیں کہ اس کا تزکیہ کرسکے۔ ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا احتساب کرے، وہ برابر اپنا جائزہ لیتا رہے کہ اس کی زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ اس نے کون سی نیکیاں انجام دی ہیں؟ اور کون

سے گناہ کے کام اس سے سرزد ہوئے ہیں؟ اپنی پچھلی لغزشوں پر توبہ کرے اور آئندہ ان سے بچنے کی کوشش کرے، تبھی اس کا تزکیہ ممکن ہے۔

محترم امیر جماعت نے اپنی تقریر میں اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی کہ کن ذرائع سے تزکیہ کا حصول ممکن ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ قرآن و حدیث کا مطالعہ اس طرح کیجئے کہ ان کا خطاب ہم سے ہے، وہ ہم سے کہہ رہے ہیں کہ یہ کام کرو، یہ کام نہ کرو۔ یہ کام صحیح ہے، یہ کام غلط ہے۔ اس سے آپ کو اپنی تربیت کی طرف توجّہ ہوگی۔ دین کے معاملے میں اپنے سے بہتر آدمی کو نمونہ بنائیے۔ جماعت میں ایسی فضا پیدا کیجیے کہ اگر اپنے ساتھی میں کوئی کوتاہی پائیں تو اخلاص، ہم دردی اور دل سوزی کے ساتھ اسے توجہ دلائیں اور وہ برا نہ مانے۔ آپ میں کوئی خوبی ہو جو دوسروں میں نہ ہو تو اس پر فخر نہ کیجیے، اپنی کم زوریوں کو نوٹ کیجیے اور ان کی اصلاح کی کوشش کیجیے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ان کم زوریوں کو دور کردے۔ آخر میں امیر جماعت نے فرمایا کہ جب تک ہمارا صحیح معنیٰ میں تزکیہ نہ ہوگا ہم اقامتِ دین کی ذمہ داری صحیح طریقے سے انجام نہیں دے سکتے۔

قیّم جماعت کی تقریر

اجتماع کے پہلے دن شام کو بعد نمازِ مغرب محترم قیم جماعت جناب نصرت علی صاحب کی تقریر ہوئی۔ اس کا موضوع تھا: 'نظمِ جماعت- اہمیت اور تقاضے'۔ انھوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کا کوئی بھی انقلاب ہو وہ اجتماعی جدّ و جہد ہی سے آیا ہے۔ اجتماعی جدّ و جہد کے بغیر کسی بڑے کام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اقامتِ دین کا کام بھی اعلیٰ پیمانے پر اجتماعی جدّ و جہد کے بغیر انجام نہیں پاسکتا۔ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو 'امت' سے تعبیر کیا ہے۔ امت کسی غیر منظّم بھیڑ کو نہیں کہتے، بلکہ اس سے مراد ایسا گروہ ہے جو ایک مقصد رکھتا ہو اور اس کے لیے مل جل کر جدّ و جہد کرے۔ انھوں نے واضح کیا کہ مسلمانوں کو صدر اول میں عروج ان کی مضبوط اجتماعیت کی بہ دولت حاصل ہوا تھا، بعد میں جب وہ اجتماعیت سے محروم ہوئے تو ان کی

شوکت ختم ہوگئی اور دوسری قوموں کا ان پر تسلط قائم ہوگیا۔

قیم جماعت نے فرمایا کہ ہمارے ملک میں مختلف تنظیمیں، خواہ وہ مسلمانوں کی ہوں یا غیر مسلموں کی، مختلف مقاصد کے لیے کام کر رہی ہیں۔ اقامت دین آپ کا نصب العین ہے۔ اللہ کے دین کو قائم کرنے اور اسے اللہ کے بندوں تک پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ اجتماعیت کے ساتھ یہ کام کیا جائے۔ پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ کام انجام دے۔ لیکن جب تک اس وسیع اجتماعیت کی شکل نہیں بنتی کوئی گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جو یہ کام کرے۔ آخر میں انھوں نے تفصیل سے نظمِ جماعت کے تقاضوں پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے فرمایا کہ اجتماعیت میں شمولیت کا ہمارا محرک رضائے الٰہی کا حصول اور جنت کی طلب ہونا چاہیے۔ ہماری شناخت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور تبعاً اپنے امیر کی اطاعت ہونی چاہیے۔ ہر کام مشورہ سے انجام دیا جائے۔ تمام افراد سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مثل ہوں، ان میں مقصد پر قربانی کا جذبہ ہو، ایک دوسرے کے اخلاص پر بھروسہ ہو، وہ باہم عفو و درگزر سے کام لیں، حالات کا جائزہ لیتے ہوئے صحیح منصوبہ بندی کی جائے، باہر کے ساتھ ساتھ اپنے افرادِ خانہ کی اصلاح و تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جائے۔ قیم جماعت نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جماعت کے کاموں میں خواتین کی سرگرم مشارکت ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی بڑی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں ہر جگہ وہ تحریکیں کامیاب رہی ہیں جن میں خواتین بھی مردوں کے شانہ بہ شانہ شریک رہی ہیں۔

دوسرے دن امیر جماعت کا خطاب

دوسرے دن صبح کی نشست میں محترم امیر جماعت کا خطاب ہوا۔ موضوع تھا: 'اقامتِ دین: امکانات اور لائحۂ عمل' انھوں نے سورۂ شوریٰ کی آیت ۱۳ سے خطاب کا آغاز کیا، فرمایا: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کو دین کی اقامت کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی ہدایت آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے لیے بھی تھی۔ صحابۂ کرام نے آپؐ کا ساتھ دیا۔ اس طرح دنیا میں اللہ کا دین زندگی کے تمام شعبوں پر قائم ہوا۔ امیر جماعت نے اقامتِ

دین کے مراحل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: پہلا مرحلہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات پر دین قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں انھیں جوں کا توں اپنی زندگی میں نافذ کرے۔ اس لیے کہ انسان اس چیز کا مکلّف ہے جس کی استطاعت رکھتا ہے اور اپنی ذات پر اسلام نافذ کرنے میں کوئی بڑی رکاوٹ نہیں ہے۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں دین کو نافذ کرے، اپنے قریب ترین افراد کو دین کا پابند بنائے۔ اور تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ دیگر تمام انسانوں تک اللہ کا دین پہنچایا جائے اور پوری دنیا میں اسے قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔

اقامتِ دین کے امکانات پر روشنی ڈالتے ہوئے امیر جماعت نے فرمایا کہ کسی چیز پر عمل کا امکان ہے یا نہیں، اس کا پہلے سے فیصلہ ممکن نہیں، جب تک کہ اس پر عمل کر کے نہ دیکھا جائے اور تجربہ بتا تا ہے کہ اقامتِ دین کے روشن امکانات ہیں۔ لوگ برابر اسلام قبول کر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس وقت برصغیر (ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش) کی مسلم آبادی تقریباً پچپن کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک نے اسلام کو رد نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے لیے اس کا سینہ کھلا ہے۔ انھوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ امکانات بہ ظاہر دکھائی دے رہے ہوں یا نہ دے رہے ہوں، ہمیں ہر حال میں اس کام کو جاری رکھنا ہے، کسی پیغمبر سے یہ نہیں کہا گیا کہ پہلے امکانات تلاش کرو، پھر کام شروع کرو۔

لائحۂ عمل کے تعلق سے امیر جماعت نے فرمایا کہ ہم اسلام کا تعارف اس حیثیت سے کرائیں کہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے نظام کے پاس دنیا کے موجودہ مسائل ومشکلات کا حل نہیں ہے۔ اسلام کو اپنا کر انسان زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ امیر جماعت نے فرمایا کہ ہم انسانوں کی خدمت کو اپنا مشن بنائیں۔ اپنے آپ کو اس طرح پیش کریں کہ دنیا ہمیں اپنا خیر خواہ سمجھے۔ اگر ہم یہ کام کریں گے تو دنیا ہماری طرف متوجہ ہوگی اور وہ اسلام نہ بھی قبول کرے تو کم از کم ہماری بات توجہ سے سنے گی اور اسے قابل غور تصور کرے گی۔

اجتماعِ کارکنان کے دیگر اجزاء

اجتماع میں مذکورہ بالا تقریروں کے علاوہ پہلے دن جناب جی، عبدالرحیم صاحب کی صدارت میں ایک مذاکرہ ہوا جس کا موضوع تھا: ''اسلامی معاشرہ میں جماعت کا نفوذ کیسے ہو؟'' اس میں چنّئی، کوئمبٹور، ویلور، وانم باڑی اور تنجاور کے نمائندے شریک ہوئے۔ خواتین کی متوازی نشست ہوئی جس میں محترمہ فاخرہ صاحبہ (وانم باڑی) نے 'خواتین میں تحریک اسلامی' کے موضوع پر تقریر کی اور 'تحریکِ اسلامی- کامیابی کے شرائط' کے موضوع پر محترمہ خدیجہ صاحب (چنّئی) کی زیرِ صدارت مذاکرہ ہوا۔ شام کی نشست میں ڈاکٹر کے وی ایس حبیب محمد صاحب نے، جو تمل زبان کے ایک معروف خطیب ہیں، 'دعوتِ دین اور اس کا طریقۂ کار' کے موضوع پر تقریر کی۔ دوسرے دن صبح کی نشست میں دو تقریریں 'تحریکِ اسلامی ہند کی امتیازی خصوصیات' اور 'تحریک اور کارکن' کے موضوع پر اردو اور تمل دونوں زبانوں میں متوازی نشستوں میں ہوئیں۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد درسِ حدیث کی مردوں اور خواتین کے لیے اردو اور تمل کی چار متوازی نشستیں ہوئیں۔ اردو بولنے والے مردوں کی نشست میں اس خاکسار کو درسِ حدیث پیش کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ایک حدیث پڑھ کر اس کی مختصر تشریح کی اور بتایا کہ اسلام میں اعتدال اور توازن پر غیر معمولی زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال کے سلسلے میں کمّیت کی نہیں، بلکہ کیفیت کی اہمیت ہے۔ معمولی عمل بھی اگر اخلاص کے ساتھ انجام دیا جائے تو وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہے اور بڑے سے بڑا عمل اگر اخلاص سے عاری ہو تو وہ بارگاہِ الٰہی میں مردود ہے۔

اجتماع گاہ ہی میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد اسماعیل امدادی نے 'فکرِ آخرت' کے موضوع پر جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔

اجتماع کی آخری نشست دوسرے دن سہ پہر میں ہوئی۔ یہ اوپن سیشن تھا جس میں شرکاء کو تحریک سے متعلق مسائل اور دیگر موضوعات پر سوالات کا موقع دیا گیا تھا۔ محترم قیم جماعت نے ان سوالات کے جوابات دیے۔ اس کے علاوہ 'تحریک آپ سے

کیا چاہتی ہے؟' کے موضوع پر خطاب بھی کیا۔ امیر حلقہ کے اختتامی خطاب کے ساتھ اجتماع ختم ہوا۔

شرکاء کی رعایت سے پورا پروگرام تمل زبان میں ہوا۔ محترم امیر جماعت اور قیم جماعت کی تقریروں کا تمل ترجمہ جناب ٹی عزیز لطف اللہ صاحب اور جناب سکندر صاحب نے کیا۔

ادارۂ تحقیق کے سلسلے میں بعض حضرات سے ملاقاتیں

اس اجتماع میں تامل ناڈو کے مختلف شہروں سے کارکنانِ جماعت شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے خاصی تعداد اردو بولنے، سمجھنے اور پڑھنے والوں کی تھی۔ وہ ادارۂ تحقیق کی سرگرمیوں اور تحقیقات اسلامی سے واقف تھے۔ خاص طور سے وانم باڑی، ویلور، چنئی وغیرہ میں متعدد حضرات ہیں جو ادارۂ تحقیق کے قیام کے زمانہ ہی سے اس کا تعاون کرتے رہے ہیں۔ اجتماع کے وقفوں میں ان سے برابر ملاقاتیں اور ادارۂ تحقیق کے بارے میں گفتگو ہوتی رہیں۔ بعض حضرات نے وہیں ادارہ کے لیے کچھ تعاون کیا اور بعض نے آئندہ خود تعاون کرنے اور اپنے حلقۂ تعارف کے دیگر اصحابِ خیر سے تعاون کرانے کا وعدہ کیا۔

ایک عصری اسکول کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا

اجتماعِ کارکنان کی آخری نشست میں محترم امیر جماعت اور میری شرکت نہیں ہوسکی تھی۔ اس لیے کہ اس وقت انھیں کرشنا گری میں ایک عصری اسکول کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھنا تھا۔ وزڈم میٹری کولیشن اسکول (WISDOM MATRICULATION SCHOOL) کے نام سے چند سال سے ایک اسکول قائم ہے۔ اس میں دینی اور عصری دونوں طرح کی تعلیم کا نظم ہے۔ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر آبادی سے ہٹ کر ایک وسیع قطعۂ اراضی حاصل کیا گیا ہے۔ اس پر اسکول کے ذمہ داران جلد نئی عمارتیں تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ محترم امیر جماعت کی کرشنا گری میں موجودگی کی اطلاع پاکر اسکول

کے ذمہ داروں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے اسکول کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی خواہش کی، جسے انھوں نے منظور فرمایا۔ اس موقع پر ایک مختصر نشست ہوئی۔ اس میں مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ (جس کے زیر انتظام مذکورہ اسکول چلتا ہے) کے چیرمین نے استقبالیہ کلمات پیش کیے اور امیر جماعت کے تشریف لانے پر مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا۔

محترم امیر جماعت نے اپنی مختصر گفتگو میں اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اسکول میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ ان شاء اللہ یہ اسکول ترقی کرے گا اور زیادہ سے زیادہ اس کا فیض عام ہوگا۔

جامعہ دار السلام عمر آباد میں

ہماری اگلی منزل عمر آباد تھی۔ عصر کی نماز کے بعد ہم بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ راستے میں ترپاتور اور وانم باڑی سے گزرے۔ ترپاتور سے چھ سات کلومیٹر پر ایک بڑا جنکشن جولار پیٹ (JOLAR PETTAI) ہے۔ اسی کے حدود میں ایلیگیری ہلس (YELAGRI HILLS) بھی آتے ہیں۔ اسے ٹورسٹ سینٹر کی حیثیت حاصل ہے۔ رفقاء نے بتایا کہ وہاں ایک مسجد بھی ہے جو جماعت کے زیر انتظام ہے۔ یہ علاقہ تمل ناڈو، آندھرا اور کرناٹک کی سرحد پر اقع ہے۔ راستے میں ناریل کے باغات بڑی تعداد میں دکھائی دیے۔ دور تک پہاڑی سلسلہ، جگہ جگہ ناریل کے باغات، بڑا خوب صورت منظر پیش کر رہے تھے۔ تقریباً ساڑھے سات بجے ہم عمر آباد پہنچ گئے۔ یہاں جنوبی ہند کی مشہور دانش گاہ جامعہ دار السلام واقع ہے۔ محترم امیر جماعت نے یہیں سے دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ اس لیے وہ یہاں سے خاص انس رکھتے ہیں۔ بارہا تشریف لا چکے ہیں۔ یہاں کے اساتذہ اور طلبہ کے درمیان ان کے بہت سے خطابات ہو چکے ہیں۔ جامعہ کے معتمد جناب کاکا سعید احمد عمری صاحب ہیں۔ انھوں نے اس کی ترقی کے لیے خود کو وقف کر رکھا ہے۔ ان کی غیر معمولی محنت کی وجہ سے اس کا شمار جنوبی ہند کی مشہور درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ موصوف ادارۂ تحقیق کے بہی خواہوں اور معاونین میں سے ہیں۔ مولانا عمری سے خاص تعلقِ خاطر ہے۔ امیر جماعت منتخب ہونے کے بعد مولانا کا جنوبی ہند

کا یہ پہلا سفر تھا، اس لیے کا کا سعید احمد صاحب کی خواہش تھی کہ مولانا اس موقع پر جامعہ ضرور تشریف لائیں۔ انھوں نے ہمارا پر تپاک استقبال کیا۔ انہی کے گھر پر دیگر ذمہ دارانِ جامعہ سے ملاقات ہوئی۔ ان میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی بھی ہیں جو انجمن طلبۂ قدیم کے ترجمان ماہ نامہ ’راہِ اعتدال‘ کے مدیر ہیں۔ عشاء کی نماز ہم نے مسجد میں ادا کی جہاں نماز کے بعد جامعہ کے دیگر اساتذہ سے ملاقات ہوئی۔ ان میں شیخ التفسیر مولانا سید عبدالکبیر صاحب بھی ہیں۔ مولانا ابوالبیان حماد صاحب سے کرشنا گری کے اجتماعِ کارکنان میں ملاقات ہو چکی تھی۔ یہاں مسجد میں بھی ہوئی۔ یہ دونوں محترم امیر جماعت کے استاد ہیں۔ مولانا ابوالبیان حماد صاحب نے نصف صدی قبل بنگلور سے ’پیغام‘ نامی ہفت روزہ اخبار نکالا تھا۔ امیر جماعت چند ماہ اس سے وابستہ رہے اور تعاون کیا تھا۔ محترم اساتذہ نے ملاقات پر بہت خوشی اور اپنائیت کا مظاہرہ کیا۔

عشاء کے بعد محترم قیّم جماعت بھی یہیں تشریف لے آئے۔ کا کا سعید احمد صاحب نے پر تکلّف عشائیہ کا اہتمام کیا تھا۔ امیر جماعت اور قیّم جماعت نے انہی کے گھر پر رات گزاری۔ میں جامعہ کے مہمان خانے میں چلا گیا۔ اس لیے کہ ماہ نامہ ’راہِ اعتدال‘ کے نائب مدیر برادر مکرم محمد رفیع کلّوری کا اصرار تھا کہ میں ان کے ساتھ کچھ وقت گزاروں۔ برادر کلّوری سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اس سے قبل ’راہ اعتدال‘ کے تعلق سے ان سے فون پر بات ہوتی رہتی تھی۔ انہی کی برابر یاددہانی سے ’راہ اعتدال‘ میں میرے چند مضامین شائع ہوئے ہیں اور میں ’راہ اعتدال‘ کے قارئین اور جامعہ کے اساتذہ، طلبہ اور فارغین کے درمیان اجنبی نہیں رہا ہوں۔ ان کے ساتھ جامعہ کے ایک نوجوان استاد مولانا محمد ابراہیم عمری بھی تھے۔ ہمارے درمیان رات کافی دیر تک بڑے بے تکلف ماحول میں مختلف علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔

اساتذۂ جامعہ سے امیر جماعت کا خطاب

جامعہ میں ابھی نئے تعلیمی سال کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ طلبہ کی آمد دو دن کے بعد شروع ہونے والی تھی، اس لیے کیمپس میں سناٹا تھا۔ البتہ اساتذہ سب آ چکے تھے۔ اس

لیے کہ آج (۲۷/ اکتوبر ۲۰۰۷ء) سے ان کا دو روزہ تربیتی اجتماع طے تھا۔ اس اجتماع کا آغاز صبح ساڑھے نو بجے سے ہونا تھا۔ لیکن امیر جماعت کو صبح دس بجے ویلور کے ایک اجتماع میں شرکت کرنی تھی، ان کے لیے اساتذہ کے اجتماع کے افتتاحی اجلاس تک رکنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے محترم کاکا سعید صاحب نے بعد نمازِ فجر اساتذۂ جامعہ کا ایک خصوصی اجلاس طلب کرلیا اور محترم امیر جماعت سے اس میں خطاب کرنے کی خواہش کی۔

جامعہ دارالسلام عمر آباد میں اس وقت تقریباً سات سو طلبہ ہیں۔ ان کے لیے ہاسٹل میں قیام لازمی ہے، اس لیے ڈے اسکالرس کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اساتذہ کی تعداد تقریباً چالیس ہے، جن میں سے اکثر کیمپس میں اور کچھ قریب کے شہروں میں رہتے ہیں۔ کم وقت میں اطلاع ملنے کے باوجود تقریباً تمام اساتذہ وقت مقرر پر اجتماع گاہ میں پہنچ گئے تھے۔

امیر جماعت نے اپنی گفتگو کا آغاز اس بات سے کیا کہ معاصر دنیا نے غیر معمولی ترقی کی ہے، لیکن ساتھ ہی بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہوگئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نے زندگی گزارنے کا صحیح نقطۂ نظر نہیں اپنایا ہے۔ اسلام زندگی کا صحیح نقطۂ نظر پیش کرتا ہے، لیکن دنیا اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسلام کو خطرہ سمجھا جارہا ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ اسے ابھرنے نہ دیا جائے، بلکہ اس کی تصویر مسخ کردی جائے، تاکہ لوگ اس کی طرف توجہ نہ دیں اور اس سے نفرت کرنے لگیں۔

امیر جماعت نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مغربی تہذیب کے غلبہ کے بعد دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم میں علیحدگی ہوگئی، دونوں کے میدان الگ الگ ہوگئے اور یہ بات طے کردی گئی کہ علمائے دین دنیا کی قیادت نہیں کرسکتے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ دینی معاملات میں تو ان سے رجوع کیا جاتا ہے، لیکن اجتماعی اور سیاسی معاملات میں ان کی رہ نمائی قبول نہیں کی جاتی۔ ہمیں اس فاصلے کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور یہ ثابت کرنا چاہیے کہ علماء امت دنیا کی قیادت کرسکتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ اس وقت امت کی دینی پہچان نہیں ہے، اگر ہے تو بہت

محدود۔ ملک ہی میں نہیں، دنیا بھر میں سیرت و کردار کے لحاظ سے ہماری تصویر اچھی نہیں ہے۔ دینی و اخلاقی لحاظ سے ہم نمونہ نہیں ہیں۔ جب تک یہ تصویر درست نہ ہو ہم دنیا کی قیادت کے قابل نہیں بن سکتے۔

آخر میں امیر جماعت نے اساتذۂ جامعہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دین کا مطالبہ اور وقت کا تقاضا ہے کہ علماء کی ایک ایسی جماعت تیار ہو جو دین کا وسیع تصور لے کر میدان میں آئے، جو اسلام کو دنیا کے سامنے ایک متبادل نظریۂ حیات کے طور پر پیش کرے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارے طلبہ اسلام کے وسیع تصور کے ساتھ دنیا کے سامنے آئیں اور اس کے مسائل کا حل پیش کریں۔

ویلور میں علماء کرام اور ائمۂ مساجد کا خصوصی اجتماع

محترم کا کا سعید صاحب کے یہاں پر تکلّف ناشتہ کے بعد ہم ویلور کے لیے روانہ ہوئے۔ ہماری رہ نمائی کے لیے وانم باڑی کے رکن جماعت جناب وی عتیق الرحمٰن صاحب آ گئے تھے۔ بذریعہ کار ایک گھنٹے میں ہم ویلور پہنچ گئے۔ وہاں کے رفقائے جماعت نے دس بجے سے مسجد حسین پورہ میں مقامی علماء اور ائمۂ مساجد کا خصوصی اجتماع طے کیا تھا۔

اس اجتماع سے محترم امیر جماعت نے تفصیل سے خطاب کیا۔ انھوں نے اپنی گفتگو کا آغاز اس بات سے کیا کہ قرآن کریم میں امتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ انسانوں کو اللہ کی راہ دکھائے، انھیں اچھائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ اگر امت یہ کام نہیں کرے گی تو اس کا مقصدِ وجود ہی فوت ہو جائے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ پوری امت اس کام میں نہیں لگ سکتی تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لیے ایک گروہ تیار کرے۔ یہ گروہ علماء کا ہے۔ علماء کا کام ہے کہ وہ دین کی بصیرت حاصل کریں اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں۔ علماء کرام اپنے علم، تقویٰ اور اثر و رسوخ کے ذریعے لوگوں کو غلط کاموں سے روک سکتے ہیں۔

آخر میں امیر جماعت نے فرمایا کہ مختلف اسباب کی بنا پر علماء کی راہ نمائی بہت

محدود ہوکر رہ گئی ہے۔ انھیں چاہیے تھا کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں انسانوں کی قیادت کریں، لیکن انھوں نے خود کو چھوٹے چھوٹے مسائل میں الجھا لیا ہے۔ رفع یدین، آمین بالجہر جیسے مسائل میں ہمارے درمیان شدید اختلاف ہوتے رہتے ہیں، جب کہ ائمہ فقہ کے درمیان بھی ان مسائل میں اتنی شدت نہیں تھی اور وہ اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے تھے۔

اس اجتماع سے محترم قیم جماعت نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں حاضرین نے کچھ سوالات کیے جن کے امیر جماعت نے جواب دیے۔ مدارس میں طلبہ کے داخلے جاری تھے، اس کے باوجود شرکاء کی مجموعی تعداد تقریباً ساٹھ تھی، جن میں سے نصف علماء اور ائمۂ مساجد تھے، باقی مقامی جماعت کے ارکان و کارکنان تھے۔ تمام شرکائے اجتماع کے لیے ظہرانہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

اسلامک سینٹر ویلور میں

اجتماع کے بعد کچھ وقت ہم لوگوں نے اسلامک سینٹر ویلور میں گزارا، وہیں ظہر کی نماز پڑھی، دوپہر کا کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کیا۔

اسلامک سینٹر ویلور گزشتہ ۲۹ سالوں سے اسلام قبول کرنے والے مردوں، عورتوں اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام منصوبہ بند طریقے سے کر رہا ہے۔ اب تک تقریباً ساڑھے چار ہزار سے زائد مرد اور ڈھائی ہزار سے زائد عورتیں اس سینٹر سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ یہ سینٹر پانچ طرح کے پروگرام چلا رہا ہے۔

۱- نومسلموں کو اسلام کے عقائد، عبادات اور بنیادی تعلیمات سے واقف کرانے کے لیے مختصر مدتی کورس، جس میں ناظرۂ قرآن، اذکار کی تعلیم اور صوم وصلاۃ کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔

۲- نومسلم بستیوں میں مساجد کی تعمیر، ان کا اسلامی مراکز کی حیثیت سے استعمال اور تعلیم بالغان اور بچوں کے لیے مکاتب کا نظم۔

۳- نومسلموں کی نئی نسل میں اعلیٰ تعلیم کا نظم، دینی تعلیم کی طرف رغبت ہو تو

ان کا اچھے بڑے مدارس میں داخلہ، عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کو آئی ٹی آئی میں داخلہ دلوا کر اس کے لیے انھیں اسکالرشپ فراہم کرنا، دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ فنّی وتکنیکی تعلیم کے حصول کا نظم۔ اس کے تحت اب تک ۳۷ طلبہ دینی مدارس سے سند فراغت حاصل کر کے امامت وخطابت اور تعلیم وتربیت کے کاموں میں مصروف ہیں اور ۹۷ طلبہ فنّی تعلیم حاصل کر کے روزگار سے لگے ہوئے ہیں۔

۴- نومسلم داعیوں کی تیاری کا منصوبہ: اس کے لیے اعلیٰ تعلیم کا تین سالہ کورس تیار کیا گیا ہے۔ اور لڑکیوں کے لیے کلیۃ المعارف اور لڑکوں کے لیے کلیۃ السلام کے نام سے درس گاہوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔

۵- نومسلموں کے ان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے، جو عصری تعلیم پا رہے ہیں، گرما کی تعطیل میں ایک سمر اسلامک کیمپ الگ الگ منعقد کیا جاتا ہے۔ اس میں ان طلبہ و طالبات کا، دین سے لگاؤ بڑھانے کے لیے مختلف طرح کے پروگرام رکھے جاتے ہیں۔

امیر جماعت کے آبائی گاؤں میں

ہمارا اگلا پروگرام محترم امیر جماعت کے آبائی گاؤں پتّگرم (PUTTAGARAM) میں بعد نماز عصر ایک جلسۂ استقبالیہ میں شرکت کرنا تھا۔ اس موقع سے مدرسہ صراط الاسلام کی عمارت کا امیر جماعت کو سنگ بنیاد بھی رکھنا تھا۔ اس لیے ہم دو بجے ویلور سے روانہ ہوگئے۔ ہمارے ساتھ امیر حلقہ شبیر احمد صاحب، معاون امیر حلقہ مولوی محمد حنیفہ منبعی اور دیگر رفقاء بھی تھے۔

پتّگرم ترپاتور تعلقہ (تحصیل) کا ایک گاؤں ہے اور اس سے پانچ چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہیں ۱۹۳۵ء میں امیر جماعت کی پیدائش ہوئی۔ یہیں کے اردو میڈیم اسکول میں انھوں نے پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ دارالسلام عمرآباد چلے گئے۔ وہاں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد چند ماہ بنگلور میں قیام کیا۔ پھر اپنے استاذ مولانا سید امین عمری صاحب مرحوم کے ساتھ ۱۹۵۴ء میں اس وقت کے مرکز جماعت رام پور تشریف لائے تو شمال ہی کے ہو کر رہ گئے۔

جلد ہی جماعت کے شعبۂ تصنیف سے وابستہ ہوگئے۔ ۱۹۷۰ء میں یہ شعبہ علی گڑھ منتقل ہوا تو آپ بھی وہیں آ گئے۔ وہاں تقریباً چھبیس ستائیس سال گزارنے کے بعد جماعت کی ضرورت سے مرکز جماعت دہلی منتقل ہوگئے۔ مولانا کے رام پور جانے کے بعد کسی موقع پر ان کے والد پٹگرم میں اپنا گھر فروخت کرکے ترپاتور آ بسے تھے۔ اس لیے بعد میں مولانا ترپاتور تو کبھی کبھی آتے رہے، مگر پٹّگرم جانے کا کبھی موقع نہ مل سکا۔ نصف صدی کے بعد پہلی مرتبہ مولانا اپنے آبائی وطن جارہے تھے۔ اس موقع پر پٹّگرم کا منظر دیدنی تھا۔ پورا گاؤں، کیا مسلم کیا غیر مسلم، اپنے سپوت کے استقبال کے لیے اُمڈ آیا تھا۔ ترپاتور اور دوسرے مقامات سے بہت سے رفقائے جماعت بھی آ گئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ تحریک سے اس طرح جڑے کہ انھوں نے ہر دوسری چیز کو پس پشت ڈال دیا۔ آدمی کو اپنی جائے پیدائش سے فطری طور پر بے پناہ محبت ہوتی اور جذباتی تعلق ہوتا ہے۔ اس کی گلی کوچے اس کی نگاہوں میں بسے رہتے ہیں۔ مولانا کو اپنی بستی یاد آتی رہی ہوگی، لیکن چوں کہ کوئی تحریکی ضرورت سامنے نہیں تھی، اس لیے بستی کو چھوڑنے کے بعد دوبارہ نہیں جاسکے۔ تحریک سے وابستگی اور اس کے لیے قربانی کی یہ بھی ایک مثال ہے۔

پٹّگرم پہنچ کر سب سے پہلے امیر جماعت نے مدرسہ صراط الاسلام کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ مدرسہ ان کے استاد اور جامعہ دارالسلام عمرآباد کے شیخ التفسیر مولانا سید عبدالکبیر صاحب عمری، جو اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں، کے آبائی مکان میں، جو کافی کشادہ اور کئی کمروں پر مشتمل ہے، ان کے ایک عزیز چلا رہے ہیں۔ کھپریل کا یہ قدیم طرز کا مکان کم زور اور خستہ حالت میں ہے، مدرسہ کے لیے موزوں نہیں ہے۔ نئی عمارت کے لیے مسجد کے برابر میں ایک جگہ حاصل کی گئی ہے۔ وہیں سنگ بنیاد رکھا گیا۔

جلسۂ استقبالیہ میں امیر جماعت کی تقریر

امیر جماعت کے اعزاز میں گاؤں کی مسجد میں استقبالیہ جلسہ منعقد ہوا۔ تقریباً دوسو افراد اکٹھا ہوگئے تھے۔ سو سے زائد غیر مسلم ان کے علاوہ تھے جو مولانا کی آمد کی خبر

پا کر وہیں آ گئے تھے اور کافی دیر سے انتظار کر رہے تھے۔ مولانا سید عبدالکبیر صاحب عمری، مولانا ابوالبیان حماد صاحب ، مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب اور جامعہ دارالسلام عمرآباد کے بعض اور اساتذہ بھی تشریف لے آئے تھے۔ جلسہ استقبالیہ مغرب تک چلا۔ پہلے اہل پتّنگرم کی طرف سے مولانا کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ پھر جامعہ دارالسلام عمرآباد کے استاذ مولوی جمال الدین عمری نے تمل زبان میں مولانا کی دینی و علمی خدمات کا تعارف کرایا۔ آخر میں مولانا نے تقریر کی۔

مولانا نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل پتّنگرم نے جس محبت و عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ یہاں پہنچنے تک میں یہ سوچ بھی نہیں سکا تھا کہ اتنا بڑا مجمع اس محبت واخلاص کے ساتھ یہاں جمع ہوجائے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس چھوٹی سی بستی سے بڑے بڑے اصحاب علم پیدا ہوئے ہیں، دینی علوم کے بھی اور عصری علوم کے بھی۔ میری خواہش ہے کہ گاؤں کی علمی اعتبار سے مزید ترقی ہو، یہاں تعلیم عام ہو اور نئی شخصیتیں ابھریں۔ مسلم غیر مسلم تعلقات یہاں ہمیشہ خوش گوار رہے ہیں۔ یہاں ان کے درمیان کبھی کوئی تنازعہ نہیں کھڑا ہوا اور مقابلہ آرائی کی کیفیت نہیں پیدا ہوئی۔ اسے باقی رہنا چاہیے۔ مسلمان اخلاق و کردار کے لحاظ سے بلند ہوں۔ بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت ہو۔ مولانا نے زور دے کر یہ بات کہی کہ اس بستی میں کچھ ایسے لوگ ضرور ہونے چاہئیں جو دین میں بصیرت رکھتے ہوں اور ان کے ذریعہ اطراف کی بستیوں میں بھی علم کی روشنی پھیلے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ مسجد جس طرح آج آباد ہے اسی طرح اسے ہمیشہ آباد رکھیے اور اپنے غیر مسلم بھائیوں تک دین کی تعلیمات پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیجیے۔ مولانا نے فرمایا کہ جامعہ عمرآباد سے فراغت کے بعد مجھے اس بستی میں دوبارہ آنے کا موقع شاید نہیں ملا۔ اب نصف صدی سے زیادہ عرصہ کے بعد حاضری ہوئی ہے۔ اس کا آپ کو بھی احساس ہوگا اور مجھے بھی احساس ہے، لیکن یہ جان کر آپ کو خوشی ہوگی کہ اس دوران میں اللہ نے دین کی خدمت کی تھوڑی بہت توفیق عطا کی۔ اسی میں لگا رہا۔ کسی اور چیز سے دل چسپی نہیں رہی۔ دورانِ تقریر کئی مرتبہ ایسے جذباتی مواقع آئے جب مولانا آب دیدہ ہوگئے۔ شاید پرانی یادیں تازہ ہوگئی تھیں۔

مولانا اپنے آبائی گھر میں

بعد نماز مغرب مدرسہ کے ذمہ داروں کی طرف سے ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مولانا تھوڑی دیر کے لیے اپنے آبائی گھر بھی گئے۔ یہ اس بستی کا نمایاں مکان ہے۔ اس کا ایک حصہ دو منزلہ بھی ہے۔ اس میں آج کل ایک غیر مسلم خاندان رہتا ہے۔ مولانا کے والد نے اسے ایک غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ (مدرسہ صراط الاسلام کے ذمہ داروں نے خواہش کی کہ کوئی ایسی صورت بن جائے کہ اس مکان کو مدرسہ کے لیے خرید لیا جائے۔ مولانا نے تعاون کا وعدہ کیا) اس گھر کے غیر مسلم مکینوں نے بھی بہت اپنائیت اور محبت کا مظاہرہ کیا۔ ان کا اصرار تھا کہ مولانا چند لمحات کے لیے اپنے اس آبائی مکان میں آنے کی زحمت کریں۔ وہ اُسے شاید باعثِ برکت سمجھتے تھے۔ جب مولانا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکان میں پہنچے تو گھر کی خواتین تھالی میں پھل اور مٹھائیاں سجا کر لے آئیں۔ ایک بوڑھی عورت نے بتایا کہ یہ لوگ چار بھائی اور تین بہنیں تھے۔ یہ لمحات مولانا پر کیسے گزرے، میں بتا نہیں سکتا۔ لیکن میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا۔ باوجود خواہش کے وہاں مزید قیام ممکن نہ تھا، اس لیے کہ بعد نماز مغرب ہی ترپاتور میں مولانا کو ایک اجتماع سے خطاب کرنا تھا۔

نورالہدیٰ پرائمری اسکول ترپاتور میں پروگرام

ترپاتور ضلع شمالی آرکاٹ کا معروف شہر ہے۔ آبادی اندازاً ڈیڑھ لاکھ ہوگی۔ یہ ایک تجارتی مرکز ہے۔ آمد و رفت کی وافر سہولتیں ہیں۔ آم، امرود، ناریل وغیرہ کی منڈی ہے۔ بیڑی کی صنعت بڑے پیمانے پر ہے۔ ایک زمانے میں اس کا وسیع کاروبار تھا، وہاں کی غریب آبادی اس میں لگ جاتی اور تعلیم میں پیچھے رہ جاتی۔ ترپاتور کے امیر مقامی جناب محمد شفیع صاحب کا بھی اسی طبقہ سے تعلق رہا ہے۔ انھوں نے باقاعدہ رسمی تعلیم نہیں حاصل کی۔ جماعت سے تعلق کے بعد انھوں نے غریب اور نادار بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی اور اس میں غیر معمولی محنت کی۔ اس طرح جس میدان میں وہ پیچھے رہ گئے

تھے، امت کے نونہالوں کو اس میں آگے بڑھایا۔ انھوں نے وہاں کے بچوں کی دینی اور عصری تعلیم کے لیے ۱۹۸۳ء میں نور الہدیٰ پرائمری اسکول کے نام سے ایک اسکول قائم کیا۔ وہ بچوں سے کوئی تعلیمی فیس نہیں لیتے۔ گزشتہ ۲۴ برسوں میں اس اسکول سے تقریباً ساڑھے پانچ سو بچوں اور بچیوں نے تعلیم پائی ہے۔ پھر میٹرک اور ہائی سیکنڈری تعلیم کے دیگر اسکولوں میں داخلہ لیا ہے۔ فی الحال ساڑھے تین سو بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ اس کے علاوہ صبح و شام پچاس طالبات کو ناظرہ قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسکول کا اسٹاف چودہ معلمات پر مشتمل ہے۔ رفقاء نے بتایا کہ اس اسکول کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ مشہور ڈیلی اخبار انڈین ایکسپریس نے ایک خصوصی ضمیمہ نکالا، جس میں اس اسکول اور اس کے ذمہ داروں کا تذکرہ کیا، ان کے فوٹو چھاپے اور لکھا ہے کہ یہ بڑی خوش گوار حیرت کا مقام ہے کہ ایک کم پڑھا لکھا شخص بھی اتنا بڑا کام کر سکتا ہے۔

نور الہدیٰ اسکول میں منعقد ہونے والے اجتماع میں لوگ خاصی تعداد میں شریک تھے۔ مردوں کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔ خواتین کی بھی کافی تعداد موجود تھی۔ پہلے معاون امیر حلقہ مولوی محمد حنیفہ منبعی نے تمل زبان میں خطاب کیا۔ قیم جماعت جناب نصرت علی صاحب نے جماعت اسلامی ہند کے پیغام، مقصد، طریقۂ کار اور سرگرمیوں سے روشناس کرایا۔ آخر میں امیر جماعت نے خطاب کیا۔

انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل ہے کہ ہمیں دین کا صحیح شعور ملا ہے، جب کہ کتنے انسان ہیں جو شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس نے بغیر کسی محنت کے یہ دولت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اللہ کے دین کو مانتے ہی ہم پر بہت بڑی ذمہ داری آجاتی ہے اور بہت سے تقاضے عائد ہوجاتے ہیں۔ اس کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کے حکموں کو مانیں جو ہمیں اس کے پیغمبروں کے واسطے سے ملے ہیں۔ اسی کا نام اسلام ہے۔ ہمارے سوچنے کی چیز یہ ہے کہ کیا ہم نے اسلام کو اس طرح قبول کیا ہے؟!

امیر جماعت نے مزید فرمایا کہ کسی شخص کو کسی مضبوط شخصیت کی پشت پناہی

حاصل ہوتی ہے تو وہ خود کو طاقت ور محسوس کرتا ہے۔ ہمارے پیچھے اللہ کی طاقت ہے۔ پھر بھی ہم آج دنیا کی سب سے کم زور قوم ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں، مگر حقیقی ایمان سے محروم ہیں۔ ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں ، مگر اسلام کی تعلیمات سے دور ہیں۔

امیر جماعت نے فرمایا کہ جب ہمارے اندر صحیح ایمان تھا تو دنیا ہم سے ڈرتی تھی۔ ہم نے دین کو چھوڑ دیا تو بے وزن ہوگئے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ دین غالب ہو کر رہے گا اگر ہم حقیقی ایمان سے آراستہ ہوں گے۔ ہماری ترقی اللہ کے دین سے وابستہ ہے۔

اسلامک فاونڈیشن ٹرسٹ (IFT) چنّئي کی عمارت میں

۲۷/ اکتوبر کی شب میں ہمارا قیام ترپاتور ہی میں رہا۔علی الصباح ساڑھے چار بجے ہم بذریعہ ٹرین چنّئي کے لیے روانہ ہوگئے۔صبح نو بجے ہم پرم بور اسٹیشن پر اتر گئے، جہاں سے آئی ایف ٹی کا دفتر بہت قریب ہے۔ مقامی رفقاء ہمارے استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔

اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ تامل زبان کا ایک معروف اشاعتی ادارہ ہے۔ اس نے اب تک تقریباً دوسو کتابیں شائع کی ہیں۔ یہ کتابیں ہندوستان کے علاوہ تمل زبان بولے جانے والے تمام علاقوں: سری لنکا، ہانگ کانگ، ملیشیا، تھائی لینڈ اور سنگاپور وغیرہ میں بھی مقبول ہیں اور غیر مسلموں کے درمیان اسلام کے تعارف کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہیں سے تمل زبان میں ایک پندرہ روزہ جریدہ 'سَمر سم' کے نام سے نکلتا ہے۔ آئی ایف ٹی بلڈنگ کی زیریں منزل میں ٹرسٹ اور سمرسم کے دفاتر ہیں۔ بالائی منزل جماعت کے حلقۂ تامل ناڈو کے صدر دفتر کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

مسلم جرنلٹس میٹ

تمل زبان میں بہت سے کثیر الاشاعت اخبارات و جرائد ہیں۔ رفقاء نے ایک اخبار (جس کا نام یاد نہیں رہ سکا) کے بارے میں بتایا کہ اس کی اشاعت تقریباً ایک

کروڑ ہے۔ کئی درجن جرائد کے مالکان مسلمان ہیں۔ ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۷ء صبح ساڑھے گیارہ بجے 'مسلم جرنلٹس میٹ' رکھی گئی تھی۔

اس میٹ میں امیر حلقہ اور معاون امیر حلقہ کی تمہیدی گفتگو کے بعد محترم امیر جماعت نے 'میڈیا کی اہمیت اور مسلم جرنلٹس کی ذمہ داریاں' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس ملک میں مسلمانوں کے بہت سے مسائل ہیں۔ ان پر بہت سے الزامات عائد کیے جاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر یہ الزامات اسلام اور قرآن پر لگائے جاتے ہیں۔ میڈیا سے متعلق مسلمان اس پر فوراً اپنا ردّ عمل ظاہر کرسکتے ہیں اور چند سطروں میں صحیح نقطۂ نظر پیش کرسکتے ہیں۔ امیر جماعت نے فرمایا کہ اس سلسلے میں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اسلام کا نقطۂ نظر اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور اسے ٹھیک ٹھیک پیش کیا جائے۔ جوں ہی میڈیا میں اسلام کے بارے میں کوئی غلط بات آئے، فوراً اس کا نوٹس لیا جائے اور اس کے کسی ماہر کے حوالے سے صحیح بات سامنے لائی جائے۔ امیر جماعت نے جرنلزم کے میدان میں قابل افراد تیار کرنے اور اس کے لیے مناسب منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت کا بھی اظہار کیا۔

امیر جماعت کی گفتگو کے بعد بعض حضرات نے کچھ سوالات کیے جن کے انھوں نے جواب دیے۔

خطاب عام

چنّئی کے رفقاء نے شام کو محترم امیر جماعت کے خطابِ عام کا پروگرام طے کیا تھا اور اس کے لیے خاصی پبلسٹی کی تھی۔ اس کے لیے شہر کا ایک بڑا میرج ہال جو 'فیض ہال' کے نام سے معروف ہے، بک کرایا گیا تھا۔ صبح ہی سے تیز بارش ہوتی رہی۔ معلوم ہوا کہ پوری ریاست میں بارش کے نتیجے میں پندرہ افراد جاں بحق ہوگئے ہیں۔ سڑکوں پر پانی بھر گیا تھا۔ اسی وجہ سے اگلے دن سرکاری اسکولوں اور دفاتر میں تعطیل کا اعلان کردیا گیا تھا۔ شام کو بھی مسلسل تیز بارش ہوتی رہی۔ اس بنا پر اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہیں پروگرام کینسل نہ کرنا پڑے۔ لیکن جب ہم ہال پہنچے تو یہ دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوئی کہ تقریباً

چار سو افراد، جن میں تقریباً پونے دو سو خواتین تھیں، ہال میں موجود ہیں۔ ان کی آمد کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔ پروگرام کے اختتام تک پانچ سو سے زائد افراد موجود تھے۔

ابتدا میں امیر حلقہ اور معاون امیر حلقہ کی تمل زبان میں تقریریں ہوئیں۔ قیم جماعت نے جماعت اسلامی ہند کے مقصد، نصب العین، طریقۂ کار اور تعلیم، نوجوانوں کی تربیت، خدمت خلق، ملکی مسائل، عالمی مسائل اور دیگر میدانوں میں جماعت کی سرگرمیوں کا تعارف کرایا۔

اس موقع پر 'دعوتِ دین- اہمیت اور تقاضے' کے عنوان سے ایک کتاب کا اجراء بھی عمل میں آیا۔ اس میں تامل ناڈو کی مشہور تحریکی شخصیت جناب ایم، اے جمیل احمد (جن کا ابھی حال میں انتقال ہوا ہے) اور مشہور نومسلم داعی جناب عبداللہ اڈیار کی چند تحریروں کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلے تمل زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ اب اس کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔

محترم امیر جماعت نے 'موجودہ حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں' کے عنوان پر خطاب کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ دنیا میں آج جس تیزی سے تبدیلی آ رہی ہے اس کا ہم پہلے تصور نہیں کر سکتے تھے۔ آمد و رفت کے ذرائع عام ہیں، راحت کے سامان وافر مقدار میں فراہم ہیں۔ مگر آج کی دنیا میں امن مفقود ہے۔ طاقت ور کم زور پر ظلم کر رہا ہے، اس کے حقوق غصب کر رہا ہے۔ دنیا امن، سکون، انصاف اور مساوات سے محروم ہے۔ اس پر ہم سب کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

امیر جماعت نے فرمایا کہ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نظریاتی کمی ہے۔ بہت سے انسانوں کو نہیں معلوم کہ یہ دنیا کیوں بنائی گئی ہے؟ کیا اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے یا یوں ہی یہ وجود میں آ گئی ہے؟ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ آج کا انسان ہر مسئلہ پر غور کرنے کے لیے تیار ہے، لیکن ان سوالوں پر غور کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔

امیر جماعت نے فرمایا کہ اسلام کا احسان یہ ہے کہ وہ ہمیں صحیح عقیدہ دیتا

ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا کیوں پیدا کی گئی ہے اور ہماری زندگی کا کیا مقصد ہے؟ اس نے زندگی گزارنے کا ایک قانون دیا ہے۔ ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم انسانوں کو مخاطب کریں۔ انھیں بتائیں کہ اسلام موجودہ دور کے مسائل حل کرسکتا ہے۔ اسے اپنا کر دنیاوی اعتبار سے بھی ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہمارے کرنے کا کام یہ بھی ہے کہ ہم اپنی زندگیاں بدلیں، ہم دنیا کو دکھائیں کہ ہمارے یہاں میاں بیوی کے تعلقات کیسے ہوتے ہیں؟ رشتہ داروں سے تعلقات کیسے ہوتے ہیں؟ معیشت اور کاروبار کے معاملات کیسے انجام دیے جاتے ہیں؟ ہماری زندگی کیسے گزرتی ہے؟ سوچنے کی بات ہے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا اس پر خود عمل کررہے ہیں؟ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو دنیا ہماری بات نہیں مانے گی۔

امیر جماعت نے توجہ دلائی کہ ہمارے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہماری وحدت پارہ پارہ ہورہی ہے۔ ہم چھوٹے چھوٹے مسائل میں باہم الجھ پڑتے ہیں۔ اگر یہ اختلافات باقی رہے تو ہمارے دشمن ہم پر غالب آجائیں گے۔ ضروری ہے کہ ہم اللہ کے دین کی بنیاد پر متحد ہوجائیں اور تبلیغ اسلام کا کام مل جل انجام دیں۔

۲۹/ اکتوبر کا دن

محترم امیر جماعت کے بھائی بہن چنّئی میں رہتے ہیں۔ ۲۹/ اکتوبر کا دن انھوں نے ان سے ملاقات کے لیے خالی رکھا تھا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس چلے گئے۔ محترم قیم جماعت نے حلقہ کی مجلس شوریٰ میں شرکت کی۔ مجھے ادارہ کے لیے بعض اصحاب خیر سے ملاقات کرنی تھی۔ مگر مسلسل بارش کی وجہ سے باہر نکلنا ممکن نہ ہوسکا۔ بعض حضرات کو دفتر ہی میں بلالیا گیا۔ ان سے ادارہ کے سلسلے میں گفتگو ہوئی اور انھوں نے تعاون کا وعدہ کیا۔

میری واپسی کی ٹرین کا وقت رات دس بجے تھا۔ زبردست بارش کی وجہ سے کئی ٹرینیں کینسل کردی گئیں اور کئی ٹرینوں کے اوقات آگے بڑھادیے گئے۔ میری ٹرین دس گھنٹہ لیٹ تھی۔ چنانچہ اسٹیشن سے واپس آکر شب آئی ایف ٹی کے دفتر میں گزاری

اور صبح پھر اسٹیشن پہنچا۔ راستے میں ٹرین تقریباً دس گھنٹے مزید لیٹ ہوئی۔ اور اس طرح ۳۱/ اکتوبر صبح سات بجے نئی دہلی پہنچنے کے بجائے یکم نومبر ۲۰۰۷ء ڈھائی بجے شب میں پہنچنا ممکن ہوسکا۔

اعلانِ ملکیت سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی، فارم: ۴، رول: ۹

۱۔ مقام اشاعت: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ

۲۔ نوعیت اشاعت: سہ ماہی

۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔ قومیت: ہندوستانی

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری،

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۶۔ ملکیت: ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

۱۔ مولانا سید جلال الدین عمری (صدر)
دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۲۔ ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی (سکریٹری)
۹ - ڈوپلیکس کوارٹرس، سرسید نگر، علی گڑھ

۳۔ ڈاکٹر محمد رفعت (خازن)
شعبۂ فزکس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۴۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی (رکن)
فریدی ہاؤس، سرسید نگر، علی گڑھ (یوپی)

۵۔ ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری (رکن)
دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۶۔ مولانا محمد فاروق خاں (رکن)
۱۳۵۳ - بازار چتلی قبر، دہلی - ۶

۷۔ مولانا مطیع اللہ کوثر یزدانی (رکن)
دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی، ۲۵

۸۔ جناب ٹی، کے، عبداللہ (رکن)
مالاتھن کنڈی ہاؤس، بیلیری، کالی کٹ

۹۔ ڈاکٹر احمد سجاد (رکن)
طارق منزل، بریاتو ہاؤسنگ کالونی، رانچی

۱۰۔ جناب محمد جعفر (رکن)
دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی - ۲۵

۱۱۔ انجینیر سید سعادت اللہ حسینی (رکن)
لکاسا اپارٹمنٹس، بنجارہ ہلس، حیدرآباد-۳۴

مندرجہ بالا معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر

سید جلال الدین عمری